انسان کی تین یادداشتیں

(3 Momories of Man)

ڈاکٹر زبیر ظفر خان

Dr. Zubair Zafar Khan is working as an Assistant Professor in the Department of Islamic Studies, Aligarh Muslim University, India since August 2015. He earned Doctorate in Islamic Studies from Aligarh Muslim University in 2011. Previously he worked as Guest Faculty for four years in the Department of Islamic Studies, Jamia Millia Islamia, New Delhi. Dr. Zubair has to his credit 9 books and 35 research papers published in different journals of repute including 4 papers in UK. Also he presented 24 research papers in different national and international conferences of Islamic Studies as well as evaluated 26 Ph.D. Theses so far. His area of special interest is Current Muslim Development. Recently he published 'Muslim Progress Index' which is a digital comparison of progress between Current Muslim World and the Developed Nations.
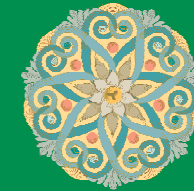
₹ 100/-

Published by:
Mishkaat Printers, Aligarh
Firdaus Nagar-B, Aligarh, U.P. (INDIA)
e-mail: sarahmanrafiq@gmail.com
Mob. 9897674550, 09761199933

ISBN : 978-81-953283-8-3

انسان کی تین یادداشتیں

(3 Memories of Man)

ڈاکٹر زبیر ظفر خان

فہرست مضامین

مقدمہ

ڈاکٹر زبیر ظفر صاحب کی کتاب 'انسان کی 3 یادداشتیں' ہندوستان میں لکھی گئی اسلامی کتب کی فہرست میں ایک نایاب اضافہ ہے۔یہ نہ صرف سہل اور آسان اردو زبان میں تحریر کی گئی ہے بلکہ مختصر طورپر موضوع کا بھرپور احاطہ کرتی ہے۔اس کتاب میں مصنف نے قرآن واحادیث کی روشنی میں انسانی زندگی کے ارتقاکا مکمل تصور Concept Holistic پیش کیاہے۔

خالق نے انسان کو ہمیشہ کے لیے پیدا کیاہے جو ایک بار پیدا ہو گیا وہ پھر کبھی ختم نہیں ہو گا۔انسان کی زندگی کا ایک دوراس کے پیدا ہونے سے پہلے تھا پھر دنیوی زندگی اور پھر مرنے کے بعد کی زندگی۔ابتدائی دو زندگیاں تو وقتی ہیں۔ مگر تیسیری زندگی آبدی ہے کبھی ختم نہیں ہو گی۔

اس بات کو جاننے کااثرانسان پر مثبت ہوتاہے۔اس زندگی میں کسی چیز کاملنا نہ ملنایہ مل کر چھن جانا،اس کے لئے زیادہ معنی نہیں رکھتا۔کسی چیز کے ملنے پر شکراور نہ ملنے پر صبر اس کی عادت بن جاتی ہے۔ایک انتہائی اہم اثر یہ بھی ہوتاہے کہ وہ اس دنیاکو سنجیدگی اور ذمہ داری کے ساتھ گزارتاہے۔ ہر چیز کوامانت سمجھتاہے۔ دنیاکو امتحان(دارالعمل)اور آخرت کودارالجزاء سمجھتاہے۔

ڈاکٹر زبیر ظفر صاحب کی مختصر کتاب انسان کو آئینہ دکھاتی ہے، یاددہانی کراتی ہے اس کے مقصد کی۔اس کے ذہن کی تنگ نظری کو وسیع النظری اور سیع

القلبی میں بدلنے میں نہایت کار گر ہے۔اس کتاب کے ملاحظے نے میرے ذہن میں وہ سبھی سوالات وجوابات اجاگر کر دیے ہیں جن کا ذکر قرآن کرتا ہے:

سوال: دنیا کی حیثیت کیا ہے

قرآن: دنیاانسان کے لئے ایک امتحان گاہ (Testing Ground) ہے ۔ (29:2-3/67:2)

سوال: اس زمین پر انسان کی حیثیت کیا ہے۔

قرآن: انسان کی حیثیت ایک امتحان دینے والے Examinee کی ہے۔ (85:15-16/67:02)

سوال: انسانی زندگی کیا ہے؟

قرآن: انسانی زندگی ایک امتحان(Test & Trial) ہے۔

(67:02/29:2-3/47:31)

سوال: اس امتحان کی ساخت کیا ہے۔

قرآن: یہ ایک ون ٹائم ٹیسٹ One time test ہے۔ڈائریکٹ ٹیسٹ Direct test ہے۔ان ڈائریکٹ ٹیسٹ Indirect Test ہے۔ ٹیسٹ ان جرنی Test in Journey ہے۔ٹیسٹ ان کیپی سٹی Test in Capacity ہے

اور ٹیسٹ انڈر رکارڈنگ Test Under Recording ہے۔

(2:28/2:155/2:286/6:164/21:35/25:20/47:4/50:16-18)

سوال: انسانی زندگی کا مقصد کیا ہے۔

قرآن: خدا مرکزی حیات گزارنا (God Oriented Living)۔ (51:56)

سوال: اس امتحان کا نتیجہ کیا ہو گا؟

قرآن: جنت و جہنم کی شکل میں ابدی جزاء یہ ابدی سزا۔ (4:168-169/10:26)

خلاصہ یہ ہے کے اللہ انسان کا خالق ہے انسان ایک تخلیق ہے قرآن ایک گائیڈ بک Guide Book ہے

اور حضرت محمد ﷺ ایک ماڈل ہیں۔ اگر خدا ہی گائیڈ نہ کرے تو کون کرے گا؟

Who would guide man, if not God?

پروفیسر سید شاہد علی

صدر

شعبہ اسلامک اسٹڈیز

جامعہ ملیہ اسلامیہ

نئی دہلی

ہمارے دماغ کی تین یادداشتیں

خواب کے ذریعہ بھی ہم اس دنیا کو سمجھ سکتے ہیں۔

ہمارے دماغ میں یادداشت (Memory) کے تین درجات ہیں یہ یوں کہیں کہ ہمارے دماغ میں تین یادداشتیں(3 Memories) ہیں۔

1. پہلی یادداشت خواب کی ہے۔اسکو ہم خواب کی یادداشت یہ ڈریم میموری Dream Memory (DM) کہہ سکتے ہیں۔
2. دوسری یادداشت اِس دنیا کی ہے جس میں ہم رہ رہے ہیں۔اسکو ہم زمینی یادداشت یہ ارتھ میموری Earth Memory (EM) کہہ سکتے ہیں۔
3. تیسری یادداشت عالمِ ارواح کی یہ آخرت کی ہے (پیدا ہونے سے پہلے کی اور مرنے کے بعد کی)۔یہ ہماری اصلی یادداشت ہے اس لئے اسکو اصلی یادداشت یہ ریل میموری Real Memory (RM) کہہ سکتے ہیں۔

تینوں یادداشتوں کا تفصیلی جائزہ

1. پہلی یادداشت(Memory) خواب کی ہوتی ہے یعنی جو ہم خواب میں دیکھتے ہیں۔انسان جو بھی خواب میں دیکھتا ہے وہ ایک الگ یادداشت ہوتی ہے۔ وہ بس اتنی دیر قائم رہتی ہے جتنی دیر ہم سوتے ہیں۔ حالانکہ جو بھی ہم خواب میں دیکھتے ہیں ان میں سے زیادہ تر چیزیں اس دنیا کی ہوتی ہیں یہ یوں کہیں کہ جو خیالات اِس دنیا میں ہمارے دماغ میں زیادہ آتے ہیں ان میں سے کچھ چھلک کر ہماری خواب کی

یادداشت میں چلے جاتے ہیں جیسے کسی پیالے میں پانی اوپر تک بھرا جائے تو جو پانی زیادہ ہوگا وہ چھلک کر باہر آجائے گا۔اس لئے خواب میں ہم زیادہ تر وہی چیزیں دیکھتے ہیں جن کے بارے میں ہم جاگتے میں زیادہ سوچتے ہیں۔ جیسے ہم اپنے رشتہ داروں کو دیکھتے ہیں اپنے ماں باپ بیوی بچوں کو دیکھتے ہیں اپنا گھر دیکھتے ہیں وغیرہ۔ لیکن جو چیز خواب کی یادداشت کو اس دنیا کی یادداشت سے الگ کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم بہت ساری ایسی چیزیں دیکھتے ہیں جو اِس دنیا میں ہوتی ہی نہیں جیسے ہم اپنا الگ گھر دیکھتے ہیں اور ہمیں ایسا لگتا ہے کہ ہم بہت دنوں سے اس میں رہ رہے ہیں، اسی طرح ہم کسی دوسرے بچّے کو اپنا بچّہ دیکھتے ہیں حالانکہ وہ اصل دنیا میں ہمارا بچّہ نہیں ہوتا بلکہ ہم نے اس شکل کا بچہ کبھی دیکھا ہی نہیں ہوتا۔اسی طرح ہم اپنے دوسرے رشتہ داروں کو دیکھتے ہیں اس کے علاوہ ہم اپنے مردہ رشتے داروں کو دیکھتے ہیں جن کا انتقال ہو چکا ہے لیکن ہم انہیں زندہ دیکھتے ہیں اور ان سے باتیں کرتے ہیں وغیرہ۔

2. دوسری یادداشت اِس دنیا کی ہے جس میں ہم رہ رہے ہیں ہم اِسے اصل یادداشت سمجھتے ہیں۔ لیکن اس یادداشت کو بھی ہم بہت جلدی بھول جاتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ہم جیسے ہی سونے لیٹتے ہیں اور ہم نیند کے آغوش میں جاتے ہیں تو تھوڑی دیر کے لئے ہماری دنیا کی یادداشت کام کرنا بند کر دیتی ہے۔ ہم اپنا الگ گھر دیکھتے ہیں اور ہمیں لگتا ہے کہ ہم سالوں سے اس میں رہ رہے ہیں جبکہ ہمیں اِس دنیا کا اپنا گھر بالکل یاد نہیں آتا کہ یہ ہمارا گھر نہیں ہے ہمارا اصلی گھر تو دوسرا ہے۔اسی طرح ہم اپنے ان رشتہ داروں کو دیکھتے ہیں جنکا انتقال ہو چکا ہے اور ہمیں خواب کے دوران بالکل یہ یاد نہیں آتا کہ ان کا تو انتقال ہو چکا ہے جبکہ جیسے ہی آنکھ کھلتی ہے ہمیں فوراً اپنا اصلی گھر یاد آجاتا ہے اور اپنے رشتہ دار کے بارے میں یاد آجاتا ہے کہ ان کا تو انتقال ہو چکا ہے میں انہیں خواب میں زندہ کیسے دیکھ رہا تھا۔اس کا

مطلب یہ ہوا کہ جس دوران ہم سو رہے تھے تو ہم اپنی اس دنیا کو تھوڑی دیر کے لئے بھول گئے تھے یہ یوں کہیں کہ ہماری اس دنیا کی یادداشت ساکت یہ غیر فعّال (Inactive) ہو گئی تھی اور ہم خواب کی دنیا کو ہی اصل دنیا سمجھ رہے تھے۔ لیکن جیسے ہی آنکھ کھلی ہماری اس دنیا کی یادداشت دوبارہ فعّال (Active) ہو گئی اور خواب کی یادداشت ختم ہو گئی۔ شاید اسی وجہ سے حدیث میں نیند کو موت کی بہن کہا گیا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ ہماری اس دنیا کی یادداشت کتنی عارضی اور غیر پائیدار ہے اور وہ کبھی بھی ختم ہو سکتی ہے۔

3. تیسری یادداشت وہ یادداشت ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ ہمیں بتایا ہے۔ قران میں اِس کا زکر اِس طرح ہے وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي آدَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۛ شَهِدْنَا ۛ أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ (7:172) ترجمہ: اور جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی ان کی پیٹھوں سے ان کی اولاد نکالی تو ان سے خود ان کے مقابلے میں اقرار کرالیا (یعنی ان سے پوچھا کہ) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ وہ کہنے لگے کیوں نہیں ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا پروردگار ہے)۔ یہ اقرار اس لیے کرایا تھا، تاکہ قیامت کے دن (کہیں یوں نہ) کہنے لگو کہ ہم کو تو اُس کی خبر ہی نہ تھی۔

اِن آیتوں میں اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس دنیا میں آنے سے پہلے ہم نے سارے انسانوں کو ایک جگہ جمع کیا اور ان سے ایک سوال کی شکل میں وعدہ لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ تو سارے انسانوں نے جواب دیا کہ بیشک آپ ہمارے رب ہیں ہم گواہی دیتے ہیں۔ اس کا مطلب جس وقت ہم سے یہ سوال کیا گیا ہم پورے ہوش و حواس میں تھے اور اللہ کی ربوبیت و قدرت کو اپنی انکھوں سے دیکھ رہے تھے اسی لئے فوراً بول اُٹھے کہ ہم گواہی دیتے ہیں بیشک آپ ہی رب ہیں۔

ان تینون یادداشتوں کاآپس میں کیا تعلق ہے

اب ان کے تعلق پر بھی تھوڑا غور کر لیتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم جس وقت جس دنیامیں ہوتے ہیں اُسی کو اصل دنیا سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ جب ہم سو رہے ہوتے ہیں تو اُسی دنیا کو اصل دنیا سمجھ رہے ہوتے ہیں اور جب جاگ رہے ہوتے ہیں تو اِسی زندگی کو اصل سمجھ رہے ہوتے ہیں اور جب جب ہم عالمِ ارواح میں تھے تو اُسی دنیا کو اصل سمجھ رہے تھے اور جب ہم مرنے کے بعد اٹھیں گے تو اُسی کو اصل دنیا سمجھیں گے۔ پھر ہم اِس دنیا کو ایسے ہی غیر اہم سمجھیں گے جیسے ہم جاگنے کے بعد خواب کی دنیا کو غیر اہم سمجھتے ہیں۔ اگر ہم خواب میں بادشاہ بن جائیں تو جب آنکھ کھلتی ہے تو ہم خوش نہیں ہوتے کہ میں تو خواب میں بادشاہ بنا تھا کیونکہ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ بادشاہت نہیں تھوڑی دیر کا دھوکہ تھا، یہ اس کی اہمیت اس لئے نہیں ہے کیونکہ وہ بادشاہت بہت تھوڑی دیر کے لئے تھی۔ اسی طرح جب ہم مریں گے تو اگر ہم اس دنیامیں بادشاہ رہے ہونگے تو مرنے کے بعد اس پر خوش نہیں ہونگے کہ میں تو دنیامیں بادشاہ تھا، بلکہ ہم یہ سوچیں گے کہ وہ بادشاہت نہیں تھی بلکہ تھوڑے وقت کا دھوکہ تھا۔ اسی لئے قران میں اس زندگی کو دھوکے کا گھر بتایا ہے وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ(3:185) ترجمہ: اور دنیا کی زندگی سوائے دھوکے کے سامان کے اور کچھ نہیں۔

دوسری بات یہ کہ جب ہم سو رہے ہوتے ہیں اگر ہمیں کوئی یہ بتائے کہ یہ دنیا جس میں تم ہو اصل نہیں ہے بلکہ تم سو رہے ہو اور ابھی تھوڑی دیر بعد تم جاگو گے وہ دنیا اصل ہو گی۔ یہ دنیا جس میں تم اسوقت ہو ایک خواب ہے جو ختم ہو جائے گا تو ہم اُس کی بات پر یقین نہیں کریں گے بلکہ اُلٹا اسے بیوقوف سمجھیں گے اور اس کا مزاق اُڑائیں گے۔ حالانکہ اس سمجھانے والے کی بات ہی صحیح ہو گی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس دنیامیں ہم انسانوں کو سمجھانے کے لئے رسول اور پیغمبر بھیجے کہ یہ دنیا اصل نہیں ہے بلکہ تھوڑے وقت کا ایک دھوکہ ہے اصل زندگی مرنے کے بعد شروع ہو گی اور وہاں کی تیاری کرنا ہی

عقل مندی ہے لیکن زیادہ تر لوگوں کو اُن کی بات کا یقین نہیں آتا۔ وہ اِسی دنیا کو اصل زندگی سمجھ رہے ہوتے ہیں اور پیغمبروں کی بات نہیں مانتے بلکہ اُن کا مزاق اڑاتے ہیں لیکن جب موت آئے گی تو ہمیں پتہ چلے گا کہ واقعی پیغمبروں کی بات ہی صحیح تھی اور ہم دھوکے میں تھے۔اسی لئے قران میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ** (36:30) ترجمہ: ایسا کوئی بھی پیغمبر نہیں آیا جس کا انہوں نے مزاق نہ اُڑایا ہو۔

دوسری چیز یہ کہ جب ہم سونے لیٹتے ہیں تو ہماری اس دنیا کی یادداشت ختم نہیں ہوتی بلکہ تھوڑی دیر کے لئے رُک جاتی ہے یہ غیر فعّال (Inactive) ہو جاتی ہے اور خواب کی یادداشت فعّال (Active) ہو جاتی ہے یعنی چلنے لگتی ہے۔ لیکن جب ہم جاگتے ہیں تو خواب کی یادداشت ختم ہو جاتی ہے اور دنیا کی یادداشت پھر سے فعّال (Active) ہو جاتی ہے اور پھر سے کام کرنے لگتی ہے بلکہ سونے سے پہلے کی یادداشت سے جُڑ جاتی ہے۔ یعنی ہمیں یاد آجاتا ہے کہ سونے سے پہلے ہم کہاں تھے اور کیا کر رہے تھے۔ مثال کے طور پر اگر آدمی کو گاڑی چلاتے چلاتے نیند آجائے اور پھر آنکھ کھلے تو اگر وہ خوش قسمت ہے تو پھر سے ویسے ہی گاڑی چلانے لگتا ہے۔اسی طرح اگر وہ گھر میں سو رہا ہے تو اٹھنے کے بعد یاد کرتا ہے کہ کیا میں وہیں سو رہا ہوں جہاں لیٹا تھا یہ اور کہیں ہوں۔اگر مثال کے طور پر اس سے کوئی شخص مزاق کرے کہ سوتے میں اسے ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں لٹا دے تو جب وہ اٹھتا ہے تو سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ میں تو دوسرے کمرے میں سویا تھا میں یہاں کیسے پہنچ گیا، یعنی سونے سے پہلے کی یادداشت سونے کے بعد کی یادداشت سے جڑ جاتی ہے۔اسی طرح جب اللہ نے ہمیں اس دنیا میں امتحان کے لئے بھیجا تو ہمارے پیدا ہونے سے پہلے کی یادداشت ساکت یہ غیر فعّال (Inactive) کر دی یعنی اب ہمیں یاد نہیں ہے کہ پیدا ہونے سے پہلے اللہ نے ہم سے کیا سوال کیا تھا اور ہم نے کیا جواب دیا تھا۔ لیکن جیسے ہی ہم مریں گے تو وہ یادداشت ہماری پیدا ہونے سے پہلے کی یا

داشت سے جڑ جائیگی اور ہمیں سب یاد آجائے گا کہ پیدا ہونے سے پہلے ہم کہاں تھے اور ہم سے کیا سوال کیا گیا تھا۔

Three Memories of Human Brain
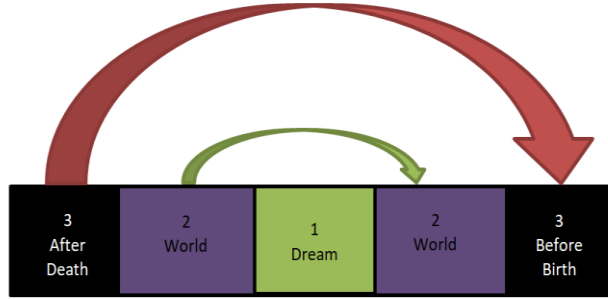
چونکہ نیند ایک عارضی دنیا ہے اِس دنیا کے مقابلے میں، یعنی نیند کا وقفہ ۶ گھنٹے یہ ۸ گھنٹے ہوتا ہے جب کہ یہ دنیاوی زندگی عام طور پر ۶۰ یہ ۷۰ سال کی ہوتی ہے۔ یہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ نیند کی زندگی چھوٹی ہے اور یہ دنیاوی زندگی لمبی ہے۔ تو ہم یہ مانتے ہیں کہ یہ دنیا اصل ہے اور خواب ایک دھوکہ کیونکہ خواب تھوڑی دیر کا ہوتا ہے اور یہ زندگی اُس کے مقابلے میں بہت لمبی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم لمبی زندگی کو اصل زندگی مانتے ہیں۔ اگر اس زندگی کے سامنے اِس سے بھی لمبی زندگی آجائے تو پھر ہم اِس دنیاوی زندگی کو دھوکہ ماننے لگیں گے اور اُس کو اصل زندگی ماننے لگیں گے۔ اس لئے جب ہم مریں گے اور آخرت کی لا متناہی زندگی ہمارے سامنے آئے گی تو ہم اِس دنیاوی زندگی کو بھی دھوکہ ماننے لگیں گے اور جب ہم مر کر اٹھیں گے تو ہمیں ایسا لگے گا کہ ہم اب اصل دنیا میں آئے ہیں، ابھی تک ہم خواب دیکھ رہے تھے۔ شاید اسی وجہ سے حضرت علیؓ کا ارشاد ہے الناس نیام فإذا ماتوا انتبهوا ترجمہ: لوگ سو رہے ہیں جب موت آئیگی تب جاگیں گے۔

ایک باریک بات

ایک اور باریک بات یہ ہے کہ جب ہم جاگ رہے ہوتے ہیں تو ہمیں خواب کی باتیں یاد رہتی ہیں اور ہم دوسرے لوگوں کو اپنا خواب سناتے ہیں کہ آج میں نے خواب میں یہ دیکھا لیکن جب ہم سو رہے ہوتے ہیں تو ہمیں یہ دنیا یاد نہیں آتی کہ ہم خواب میں دوسرے لوگوں کو اپنی اِس دنیا کے بارے میں بتاتے ہوں کہ اصل دنیا میں میرے اتنے بچےّ ہیں اور میری بیوی کا نام یہ ہے وغیرہ۔ تو غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ہمیں خواب میں اِس دنیا کی باتیں یاد نہیں آتیں لیکن اِس دنیا میں خواب کی باتیں یاد آتی ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں لمبی زندگی میں چھوٹی زندگی کی باتیں یاد آتی ہیں لیکن چھوٹی زندگی میں لمبی زندگی کی باتیں یاد نہیں آتیں۔ اسی طرح آخرت کی زندگی اِس دنیا کی زندگی سے بھی لمبی ہے۔ یعنی یہ دنیا تو صرف ۶۰ یہ ۷۰ سال کی ہے جبکہ آخرت کی زندگی ہزاروں سال کی ہے جس کا کبھی خاتمہ ہی نہیں ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آخرت میں ہمیں دنیا کی باتیں یاد آئینگی لیکن اس دنیا میں ہمیں عالمِ ارواح کی باتیں یاد نہیں آسکتیں۔ یاد رہے آخرت سے مراد ہماری اصل یادداشت ہے جس میں ہماری دونوں یادداشیں شامل ہیں پیدا ہونے سے پہلے کی اور مرنے کے بعد کی۔ یا یوں کہیں کہ دونوں یادداشتیں، مرنے کے بعد مل جائیں گی جیسے سونے سے پہلے کی اور سونے کے بعد کی یادداشتیں آپس میں مل جاتی ہیں۔

ہمیں اس زندگی میں کیوں بھیجا گیا ہے

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ زندگی اصل نہیں ہے نہ ہی یہ یادداشت اصل ہے اور ایک دن ختم ہو جائے گی تو ہمیں اس زندگی میں کیوں بھیجا گیا ہے اور ہماری اصل یادداشت کو کیوں غیر فعّال (Inactive) کیا گیا ہے۔ تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ امتحان کے لئے ایسا کرنا ضروری تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ امتحان کون لے رہا ہے،

امتحان کس چیز کا ہے اور امتحان کا کیا مقصد ہے۔ تو یہ امتحان اللہ ہمارا پیدا کرنے والا لے رہا ہے۔ جہاں تک یہ سوال ہے کہ یہ امتحان کس چیز کا ہے اور امتحان کا کیا مقصد ہے، تو اس کو سمجھنے کے لئے ہمیں زرا تفصیل میں جانا پڑے گا۔

یہ دنیا انسان کے لئے آئیڈیل جگہ نہیں ہے

جیسا کہ اوپر زکر کیا گیا کہ یہ یادداشت اصل نہیں ہے نہ ہی یہ دنیا اصل ہے بلکہ یہ ایک عارضی زندگی ہے اور ہمیں کچھ دِن کے لئے یہاں رکھا گیا ہے اور ہمارا اصل گھر جنت ہے وہی ہمارے لئے ایک آئیڈیل Ideal جگہ ہے۔ یہ یوں کہیں کہ جنت وہ جگہ ہے جو انسان کے لئے ایک آئیڈیل جگہ ہو سکتی ہے۔ جہاں انسان کی ساری ضروریات اور خواہشات پوری ہو سکتی ہیں۔ اس دنیا میں انسان کی ساری خواہشات پوری نہیں ہو سکتیں۔ اس کے کچھ ثبوت یہاں پیش کئے جا رہے ہیں:

1. یہاں پر زندگی ایک دن ختم ہو جائیگی لیکن جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہو گی۔
2. یہاں پر جوانی کچھ دن کی ہے لیکن جنت میں ہمیشہ کی جوانی ملے گی۔
3. یہاں پر دکھ اور تکالیف ہیں لیکن جنت میں کوئی دکھ نہیں ہو گا۔
4. یہاں پر سب کو یکساں حقوق حاصل نہیں ہیں اور سب کو انصاف نہیں ملتا لیکن جنت میں سب کو کو یکساں حقوق حاصل ہونگے اور سب کو انصاف ملے گا۔
5. یہاں پر ہر انسان کی تمنا ہے کہ مجھے بادشاہت ملے جنت میں یہ خواہش بھی پوری کی جائے گی اور ہر انسان بادشاہ ہو گا۔
6. یہاں پر ہر انسان کی خواہش ہے کہ میری ایک سے زیادہ بیوی ہوں، جنت میں یہ خواہش بھی پوری ہو گی۔

7. یہاں پر ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے میں باہر کی دنیا کی سیر کروں، جنت میں یہ خواہش بھی پوری ہو گی اللہ ہمیں ایسی ٹکنالوجی دے گا کہ ہم دور دراز کے ستاروں Stars اور سیاروں Planets کی سیر کر سکیں گے۔

8. یہاں پر انسان کو بھوک لگتی ہے، پیشاب پخانے کی حاجت ہوتی ہے لیکن جنت میں ایسی کوئی چیز نہیں ہو گی جس سے ہمیں تکلیف ہو۔

9. یہاں پر انسان کو بیماریاں لگتی ہیں جنت میں کوئی بیماری نہیں ہو گی کیوں کہ بیماری میں بھی تکلیف ہے۔

10. یہاں پر ہر چیز پرانی ہو جاتی ہے لیکن جنت میں کوئی چیز پرانی نہیں ہو گی۔

11. یہاں پر اگر ہمیں جنت کی ساری نعمتیں مل بھی جائیں تو انسان ایک سی چیز سے کچھ دن بعد اوب جاتا ہے چاہے وہ کتنی بھی اچھی ہو لیکن جنت میں ہر نعمت بڑھتی رہے گی اور بہتر Improve ہوتی رہے گی۔

12. یہاں پر ہم اللہ کو نہیں دیکھ سکتے حالانکہ اللہ کو دیکھنا انسان کی سب سے بڑی خواہش ہے اور اللہ کو دیکھنا سب سے مزے دار چیز ہے، جنت میں ہم اللہ کو دیکھ سکیں گے۔

13. یہاں پر ہمارا علم ادھورا ہے کیونکہ ہمیں علم حاصل کرنے کے لئے بہت لمبی زندگی اور بے پناہ وسائل کی ضرورت ہے جو اس دنیا میں ممکن نہیں کیونکہ یہاں کی زندگی بھی محدود ہے اور وصائل بھی محدود ہیں لیکن جنت میں نہ زندگی محدود ہو گی نہ وصائل محدود ہونگے۔

14. یہاں پر ہر انسان خوبصورت دِکھنا چاہتا ہے جنت میں یہ خواہش بھی پوری ہو گی۔

15. اس کے علاوہ جو بھی خواہش ہو گی جنت میں وہ پوری کی جائے گی چاہے کیسی بھی ہو۔

یہ ساری نعمتیں تو وہ ہیں جو ہم اس دنیا میں سوچ سکتے ہیں کیونکہ ان سے ملتی جلتی نعمتیں دنیا میں موجود ہیں لیکن جنت میں بہت ساری ایسی نعمتیں بھی ملیں گی جو ہم اس دنیا میں سوچ بھی نہیں سکتے بلکہ بڑے سے بڑا سائنسداں یہ فرشتہ بھی ابھی انکو نہیں سمجھ سکتا ۔

ہمارا بنانے والا کون ہے

اللہ ہمارا اور اس کائینات کا بنانے والا ہے اُس جیسا دوسرا کوئی نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہے اس کے برابر کوئی نہیں ہے نہ ہی وہ کسی کا محتاج ہے۔ نہ اس کے کوئی ماں باپ ہیں نہ اولاد۔ کوئی اس کے برابر نہیں۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے کوئی چیز اس کی پہنچ سے باہر نہیں ہے نہ ہی وہ کسی کام کے کرنے میں بے بس ہے، اس کے لئے کوچیز ناممکن نہیں۔

اس نے مخلوقات کیوں بنائیں

اس نے مخلوقات کیوں بنائیں۔ بنیادی طور پر اس نے مخلوقات دو وجہ سے بنائیں۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ بنانے کی طاقت رکھتا ہے۔ بنانے کی طاقت تبھی پتہ چلے گی جب وہ کچھ بنائے گا۔ اس لئے اس نے مخلوقات بنائیں۔ دوسری جو سب سے اہم وجہ ہے جو ہمیں ہمیشہ یاد رکھنی ہے کیونکہ اس سے ہمیں اپنی زندگی کے مقصد کا بھی پتہ چلتا ہے وہ یہ کہ وہ اپنی تعرف سے خوش ہوتا ہے اور تعریف کوئی جاندار مخلوق ہی کر سکتی ہے اس لئے اس نے جاندار مخلوق بنائیں۔ کیوں کہ خدا اکیلا تھا اگر وہ اکیلا ہی رہتا تو اس کی تعریف کون کرتا اس لئے اس نے مخلوقات بنائیں۔ چنانچہ تمام جاندار مخلوقات کے پیدا کرنے کا مقصد ایک ہی ہے کہ وہ خدا کی تعریف اور اس کی شکر گزاری کریں۔

اللہ کی کائینات کو سمجھنے کے لئے ہمیں پہلے کچھ اصول ذہن میں رکھنے پڑیں گے

1. خدانے اپنے فائدے کے لئے یہ کائینات بنائی۔
2. اللہ اپنی تعریف پسند کرتا ہے۔
3. خدا بے فائیدہ یہ بے مقصد کوئی کام نہیں کرتا۔
4. خدا کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتا۔
5. اس کائینات کا ارتقاء ہوا ہے یہ اسکو ارتقاء Evolution کے اصول پر بنایا گیا ہے یعنی ہر کام بتدریج ہوتا ہے لیکن وہ بغیر ارتقا کے بھی ہر کام کرنے پر قادر ہے۔ یعنی ایک دم سے کوئی کام نہیں ہوتا۔ جیسے بچہ دھیرے دھیرے کر کے بڑا ہوتا ہے حالانکہ وہ اسپر قادر ہے کہ وہ اسکو ایک دن میں جوان کردے۔
6. خالق ایسا کوئی کام نہیں کرتا جس سے بندوں میں اختلاف یہ کنفیوزن Confusion ہو یہ کسی کو شکایت کا موقع ملے۔
7. اللہ کسی کو بہانہ بنانے کا موقع نہیں دیتا۔

تعریف کتنی طرح کی ہوتی ہے

جیسا کہ اوپر یہ اصول ذکر ہوا کہ اللہ اپنی تعریف پسند کرتا ہے۔ لیکن تعریف دو طرح کی ہوتی ہے

1. ایک وہ جو سامنے کی جائے یعنی جس کی تعریف کی جارہی ہو وہ سامنے موجود ہو اور تعریف کرنے والا اسے دیکھ رہا ہو۔ یہ تعریف کم درجے کی تعریف مانی جاتی ہے

کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ تعریف کرنے والے کو کوئی لالچ ہو کہ میں تعریف کرونگا تو مجھے وہ کچھ انعام دے گا یہ ڈر ہو کہ اگر میں تعریف نہیں کرونگا تو وہ مجھ سے ناراض ہو جائے گا اور مجھے سزا دے گا۔ دوسرے الفاظ میں تعریف کرنے والا ڈر یا لالچ سے تعریف کرے۔

2. دوسری تعریف وہ ہے جو پیٹھ پیچھے کی جائے یہ تعریف کرنے والا بغیر کسی ڈر یہ لالچ کے تعریف کرے۔ تو زیادہ اچھی تعریف وہی مانی جاتی ہے جس میں تعریف کرنے والے کو پتہ نہ ہو کہ میں جس کی تعریف کر رہا ہوں اس کو میری تعریف کا پتہ چل جائے گا یہ وہ بغیر کسی ڈر یا لالچ کے صرف اس کی خوبیو کی بنا پر اس کی تعریف کرے۔

اس زمین پر سب سے پہلے کون سی مخلوق پیدا کی

تو جیسا کہ اوپر اصول بیان کیا گیا کہ اس کائنات کو ارتقاء Evolution کی شکل میں بنایا گیا ہے۔ تو خالق نے پہلے وہ مخلوق بنائی یعنی فرشتے جو خدا کی قدرت و ربوبیت کو دیکھ رہے تھے، اس کے انعامات اور سزاؤں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اس لئے وہ مالک کی ہر وقت تعریف کرتے رہتے ہیں اور اس کے حکم کی کبھی خلاف ورضی نہیں کرتے یہ انہیں خلاف ورضی کرنے کا اختیار ہی نہیں دیا گیا۔ لیکن خدا چاہتا تھا کہ میں ایسی مخلوق بھی بناؤں جو مجھے بغیر دیکھے یہ بغیر کسی ڈر اور لالچ کے صرف میری خوبیوں کی وجہ سے میری تعریف کرے اور جو میں اسے انعامات عطا کروں ان کی شکر گزاری میں میری تعریف کرے۔ چنانچہ اِس زمین پر سب سے پہلے اُس نے جانور بنائے یعنی سب سے کم عقل والی مخلوق۔ حالانکہ وہ مالک سب سے پہلے انسان کو بھی بنا سکتا تھا لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا کہ اس کائنات کو اس نے ارتقاء Evolution کے اصول پر بنایا ہے اس لئے سب سے پہلے سب سے کم عقل والی مخلوق بنائی یعنی جانور، پھر اس کے بعد اس سے زیادہ عقل والی یعنی جنّات اور پھر سب سے زیادہ عقل والی یعنی انسان جس کا ذکر آگے آئے گا۔

جانور خدا کو نہیں دیکھ سکتے۔ جانور بھی اس کی تعریف کرتے ہیں لیکن اُن میں ایک کمی ہے کہ وہ اپنے مالک کو پوری طرح پہچانتے نہیں ہیں۔ حالانکہ جانور دل کے اچھے ہوتے ہیں اور اپنے مالک کے لئے سچّے ہوتے ہیں اس کی نافرمانی نہیں کرتے یہ انہیں نافرمانی کرنے کا اختیار ہی نہیں دیا گیا۔ لیکن وہ اپنے مالک کو پوری طرح سمجھ نہیں پاتے کیونکہ ان کے اندر اتنی عقل ہی نہیں ہوتی، اس لئے وہ اس کی اتنی اچھی تعریف نہیں کر پاتے جتنی وہ چاہتا ہے۔ جیسے کوئی ڈاکٹر انسان کا آپریشن Surgery کرے اور اسے کسی بیماری سے نجات دلائے تو وہ انسان ڈاکٹر کا شکر گزار ہوتا ہے اور اس کی تعریف کرتا ہے اور اس کا عملی شکر بھی ادا کرتا ہے یعنی اس کو فیس ادا کرتا ہے لیکن اگر کوئی ڈاکٹر کسی شیر کا آپریشن کرے اور اسے کسی بیماری سے نجات دلائے تو شیر اس کا شکریہ ادا نہیں کرتا بلکہ اگر موقع ملے تو وہ اس پر حملہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اس لئے جب شیر کا آپریشن کیا جاتا ہے تو اس کے ہاتھ پیر باندھ دیے جاتے ہیں تاکہ وہ کوئی نقصان نہ پہنچا سکے، حالانکہ اس میں شیر کی کوئی غلطی نہیں ہے کیونکہ اس میں اتنی عقل ہی نہیں ہے جو اپنے محسن کو پہچان سکے، تو جو شیر اپنے محسن ڈاکٹر کو نہیں پہچان سکتا جس کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے تو وہ اللہ کو کیسے پہچان سکتا ہے جس کو وہ دیکھ ہی نہیں سکتا۔ کسی مخلوق کو اپنے خالق اور محسن کو پوری طرح پہچاننے اور سمجھنے کے لئے ایک مقررہ مقدار کی عقل ہونا ضروری ہوتی ہے۔

جنات کو پیدا کرنے کی ضرورت کیوں پڑی

چنانچہ اب ضرورت اس بات کی تھی کہ ایسی مخلوق بنائی جائے جو بغیر دیکھے اپنے خالق کو پہچان کر اس کی تعریف کر سکے اور اس کا شکر ادا کر سکے۔ اس کے لئے اس مخلوق میں دو چیزیں ہونی ضروری تھیں۔ ایک تو بڑھی ہوئی عقل ہونا چاہئے اور دوسرے آزادی ہونا چاہئے۔ کیونکہ پہلے یہ بتایا جا چکا ہے کہ اگر اسے آزادی حاصل نہیں ہو گی تو وہ مخلوق پھر ڈر سے تعریف کرے گی۔ آزادی کا مطلب یہ ہے کہ اسے تعریف نہ

کرنے کا بھی اختیار ہونا چاہئے۔ حالانکہ فرشتوں کے اندر بھی عقل ہوتی ہے لیکن انہیں آزادی حاصل نہیں ہوتی یعنی انہیں تعریف نہ کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنّات کو پیدا کیا۔ ان کو دوسرے جانوروں کے مقابلے میں عقل بھی زیادہ دی اور آزادی بھی دی۔ لیکن جب عقل بڑھائی گئی تو اس کے ساتھ ایک دقّت پیدا ہو گئی کہ جنّات میں برائی کرنے کی طاقت بھی زیادہ ہو گئی۔ یاد رہے اللہ کے لئے کوئی دقّت یہ مشکل نہیں ہوتی وہ تو ہر چیز پر قادر ہے لیکن سمجھانے لئے یہ بتانا ضروری ہے۔ جس جاندار میں جتنی عقل زیادہ ہوتی ہے اس میں اتنی ہی برائی یہ بھلائی کرنے کی طاقت بڑھ جاتی ہے یہ اصول ساری مخلوقات میں کام کرتا ہے۔ بلکہ جتنی عقل زیادہ ہوتی ہے اتنی ہی برائی کرنے والوں کی تعداد اُن میں زیادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ جب جنّات کو برائی کرنے کی طاقت مل گئی تو زیادہ تر جنات نے برائی کا راستہ اپنایا اور اپنی بڑھی ہوئی عقل کا برائی میں استعمال کیا جس سے زمین میں فساد پھیل گیا۔ لیکن جیسا کہ اوپر اصول بیان کیا گیا کہ اللہ کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتا تو اچھے جنات اور بُرے جنات کو ایک درجہ نہیں دیا جا سکتا تھا یعنی دونوں کو جنت نہیں دی جا سکتی یہ تو ناانصافی ہو جاتی۔ اس لئے دونوں کو الگ الگ بدلہ ملنا چاہئے تھا۔ اچھے جنات کو اچھا بدلہ ملنا چاہئے جسے جنت کہا جاتا ہے اور برے جنات کو سزا ملنی چاہئے جسے جہنم کہا جاتا ہے۔ اچھے اور برے جنات کو الگ کرنے کے لئے امتحان لینا ضروری تھا، اور امتحان یہی تھا کہ کون اپنی عقل کا استعمال اچھائی کے لئے کرتا ہے اور کون برائی کے لئے۔ چنانچہ بہت سے جنّات نے اپنی عقل کا اچھا استعمال کیا، اپنے مالک کی تعریف کی اس کا شکر ادا کیا، ان میں بہت سے نبی بھی آئے، ہمیں ان میں سے ایک نبی کا تزکرہ حدیث میں ملتا ہے جن کا نام یوسف تھا، یہ جنات اچھے جنات کہلائے۔ اور زیادہ تر نے برائی کا راستہ اپنایا اور برائیاں کیں، وہ برے جنات کہلائے۔

حضرتِ انسان کی آمد

لیکن جنات بھی اتنی اچھی تعریف نہیں کر پائے جتنی کہ اللہ چاہتا تھا کیونکہ ان کے اندر بھی بہت زیادہ عقل نہیں تھی۔ اسی لئے ان کی شریعت بھی آسان ہے۔ اگر جنّات میں انسان سے زیادہ عقل ہوتی تو وہ انسانوں کو غلام بنا لیتے اور انسانوں سے زیادہ سائنسی ترقی کرتے۔ اس لئے اللہ نے اب ایسی مخلوق کو پیدا کرنا چاہا جس کے اندر جنّات سے بھی زیادہ عقل ہو، تاکہ وہ اور اچھے طریقے سے مالک کو پہچان پائے اس کے انعامات کو پہچانے اس کی شکر گزار ہو اور اُس کی بے پناہ تعریف کرے۔ چنانچہ انسان کو پیدا کرنے کے قواعد شروع ہو گئے۔ لیکن پھر ایک نیا مسئلہ پیدا ہوا۔ وہ یہ کہ جنات کا کیا کیا جائے۔ کیونکہ جنات بھی ایک عقل مند مخلوق تھی اور ان میں بھی ابھی بہت سے روحیں آنی باقی تھیں، اور مالک ان کا بھی امتحان لے رہا تھا لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ امتحان کے لئے آزادی ضروری ہے۔ لیکن اگر اسی حالت میں انسان کو اس زمین پر بھیج دیا جاتا تو انسانوں اور جنات میں بالہ دستی کی لڑائی چھڑ جاتی۔ چونکہ انسان میں عقل زیادہ ہے تو وہ ایک طرفہ حملہ کر دیتا اور جنات کو یہ تو ختم کر دیتا یہ ان کو اپنا غلام بنا لیتا۔ دونوں صورتوں میں جنات کی تخلیق کا مقصد فوت ہو جاتا کیونکہ غلامی کی صورت میں ان کی آزادی ختم ہو جاتی اور امتحان کے لئے آزادی ضروری ہے۔ اس لئے ایک سیّارے Planet پر دونوں کو ایک ساتھ رکھنے کی ایک ہی صورت تھی کہ جنات کو انسانوں کی آنکھوں سے اوجھل Invisible کر دیا جائے تبھی جنات کی آزادی بچ سکتی تھی۔ اس کو ہم اس مثال سے سمجھ سکتے ہیں کہ اگر ہمیں ایک پنجرے میں شیر اور بکری کو بند کرنا ہو اور شرط یہ ہے کہ دونوں زندہ رہیں تو ناممکن ہے کیونکہ شیر بکری کو کھا جائے گا۔ لیکن اگر ہمارے پاس یہ قدرت ہو کہ ہم ایک کو دوسرے کی آنکھوں سے اوجھل کر سکیں تو پھر دونوں کو ایک ساتھ رکھا جا سکتا ہے۔ اگر دونوں ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہوں تب بھی شیر بکری کو کھا جائے گا، اگر شیر بکری کو دیکھ سکے لیکن بکری شیر کو نہ دیکھ سکے تب بھی شیر بکری کو کھا جائے گا

لیکن اگر بکری شیر کو دیکھ سکے اور شیر بکری کو نہ دیکھ سکے تو پھر دونوں کو ایک پنجرے میں رکھا جا سکتا ہے پھر کوئی خطرہ نہیں۔ یہی اللہ تعالیٰ نے کیا، چونکہ انسان جنات سے زیادہ طاقتور ہے اس لئے انسان کی نظروں سے جنات کو اوجھل کر دیا گیا تاکہ دونوں ایک سیارے پر بغیر لڑے رہ سکیں۔ اس لئے جنّات انسان کو دیکھ سکتے ہیں لیکن انسان جنّات کو نہیں دیکھ سکتے۔ چنانچہ انسان اور جنات دونوں کا امتحان ہو رہا ہے کہ وہ بغیر دیکھے اللہ کی تعریف کرتے ہیں یہ نہیں اور اس کا شکر ادا کرتے ہیں یہ نہیں ۔ مالک کی تعریف کرنے کو اور اس کا شکر ادا کرنے کو عبادت کہتے ہیں۔ اسی کو قران میں اس طرح زکر کیا گیا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (51:56) ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔

جب انسان پیدا ہوا تو فرشتے کیوں فکر مند ہوئے

جب اللہ نے انسان کو پیدا کیا تو فرشتے بہت زیادہ فکر مند ہو گئے کہ انسان کو سب سے زیادہ عقل دی جا رہی ہے اس لئے وہ سب سے زیادہ فساد اور خوں ریزی کرے گا چنانچہ انہوں نے اللہ سے عرض کیا کہ تو ایسی مخلوق کو بنانے جا رہا ہے جو زمین پر خونریزی اور فساد کرے گا حالانکہ اگر تو اپنی تعریف اور تسبیح کے لئے انسان کو بنا رہا ہے تو تسبیح تو ہم تیری کرتے ہی ہیں (پھر ایسی خونریز مخلوق کو بنانے کی کیا ضرورت ہے)۔ کیونکہ فرشتوں کو بھی معلوم تھا کہ جس جاندار میں جتنی زیادہ عقل ہوتی ہے اس میں اتنی ہی زیادہ بھلائی اور برائی کرنے کی طاقت بڑھ جاتی ہے اور وہ اتنا ہی زیادہ فساد برپا کرتی ہے۔ اس واقعے کا اللہ تعالیٰ نے قران میں اس طرح زکر فرمایا ہے، وإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ (02:30) ترجمہ: اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں ایک نائب (انسان) بنانے والا ہوں ،

فرشتوں نے کہا کیا تو زمین میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو فساد پھیلائے اور خون بہائے حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں، فرمایا جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔

امتحان کے لئے کیا انتظامات کئے گئے

جیسا کہ اوپر زکر کیا گیا کہ اللہ نے انسان کو امتحان کے لئے اس دنیا میں بھیجا لیکن بھیجنے سے پہلے امتحان کے کچھ انتظامات Examination arrangements کئے گئے بلکہ انسان سے پہلے جنات اور جانوروں کو جب بھیجا گیا تھا تبھی یہ انتظامات کر دئے گئے تھے۔ یہ انتظامات جس چیز کو سامنے رکھ کر کئے گئے وہ یہی تھی کہ انسان بغیر کسی لالچ یا ڈر کے اللہ کا شکر گزار بنتا ہے یہ نہیں۔ وہ اللہ کو بغیر دیکھے صرف اس کی خوبیوں کو دیکھ کر اور اس کے اپنے اوپر انعامات دیکھ کر اس کا شکر گزار بنتا ہے یہ نہیں۔ کیونکہ اگر وہ اللہ کو آنکھوں سے دیکھ کر اس کی تعریف کرتا تو یہ مانا جاتا کہ وہ ڈر یہ لالچ سے اللہ کی تعریف کر رہا ہے۔ وہ تعریف تو فرشتے پہلے سے ہی کر رہے ہیں پھر انسان کو پیدا کرنے کا کیا فائدہ ہوا۔ اس سے ان لوگوں کو جواب مل گیا جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ کیوں دکھائی نہیں دیتا۔ اور جب اللہ کسی کو دکھائی نہیں دیتا تو نہ اس کی کوئی تصویر بن سکتی نہ مورتی۔ دوسری چیز جس کو سامنے رکھ کر یہ انتظامات کئے گئے وہ یہ کہ انسانوں میں سے اچھے اور برے الگ کئے جا سکیں، یہ دوسرے الفاظ میں یہ کہ برے لوگوں کو پکڑا جا سکے۔ ہم سے وہ ساری چیزیں چھپالی گئیں جس سے ہمیں اللہ یہ اس کی ربوبیت یہ اس کی قدرت کے بارے میں پتہ چل سکے۔ کیونکہ انسان سب سے زیادہ عقل والا جاندار ہے اور وہ اپنی برائیوں کو بھی سب سے زیادہ چھپانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ تو اگر اسے زرا سی بھنک بھی لگ جاتی کہ کوئی مجھے دیکھ رہا ہے یہ میں پکڑا جاونگا تو وہ برائی نہیں کرتا جب تک کہ اسے پورا اطمینان نہ ہو کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا یہ میں نہیں پکڑا جاونگا۔ چنانچہ اللہ نے اس زمین پر انسان کو وہ ساری چیزیں مہیہ کرا

دیں جس سے وہ یہ سمجھے کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا یعنی اس کو پوری پرائی ویسی Privacy دی تاکہ وہ کھل کر برائی کر سکے اور پکڑا جائے اور اللہ اپنے بندوں میں پورا انصاف کر سکے۔ یادرہے مکمل پرائی ویسی (Complete Privacy) پوری کائنات میں کہیں نہیں مل سکتی کیوں کہ اللہ ہر وقت ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ جب امتحان ہوتا ہے تو اس کے لئے کچھ انتظامات کئے جاتے ہیں۔ جس کا امتحان ہو رہا ہوتا ہے اس سے کچھ چیزیں چھپائی جاتی ہیں، کچھ پابندیاں لگائی جاتی ہیں، کچھ اصول بنائے جاتے ہیں جس پر امتحان دینے والے کو چلنا ہوتا ہے اور امتحان دینے والے کو کچھ حقوق دیے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر جس کا امتحان ہو رہا ہوتا ہے تو امتحان شروع ہونے سے پہلے تک اس سے پرچہ چھپایا جاتا ہے اگر امتحان شروع ہونے سے پہلے اسے پرچہ پتہ چل جائے تو اسے پیپر لیکPaper leak کہتے ہیں اور وہ پیپر کینسل Paper Cancel کر دیا جاتا ہے،اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان سے کچھ چیزیں چھپائی ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا۔اسی طرح سب امتحان دینے والوں کو یکساں حقوق دئے جاتے ہیں جن میں سب سے پہلا ہے وقت یعنی سب کو برابر وقت دیا جاتا ہے اسی طرح اللہ نے بھی سارے انسانوں کی موت کا وقت چھپا رکھا ہے اس طرح سب کے ساتھ انصاف ہو گیا۔دوسرا یہ کہ وقت پورا ہونے پر پیپر لے لیا جاتا ہے اور وقت پورا ہونے کے بعد اسکو لکھنے کی اجازت نہیں ہوتی اسی طرح موت کے بعد کسی کو عمل (اللہ کی تعریف اور نیک کام) کرنے کی اجازت نہیں ہو گی۔ چنانچہ اللہ نے سارے انسانوں کو ایک ہی موقع دیا ہے جب وہ پورا ہو جائے گا تو پھر دوبارہ کسی کو موقع نہیں ملے گا۔اسی لئے کوئی بھی انسان دوبارہ دنیا میں نہیں آتا حالانکہ بُرے لوگ مرنے کے بعد اللہ سے کہیں گے کہ اے اللہ ہمیں دوبارہ موقع دے دیجئے لیکن دوسرا موقع نہیں دیا جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُو رُءُوسِهِمْ عِندَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ** (32: 12) ترجمہ: اور تو دیکھے گا جس وقت منکر اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوئے

ہوں گے اے رب ہمارے ہم نے دیکھ اور سن لیااب ہمیں پھر دنیا میں بھیج دے کہ اچھے کام کریں ہمیں یقین آگیاہے۔

اللہ نے ہمارے امتحان کے لئے جو انتظامات (arrangements) کیے ان میں سے کچھ مندرجہ زیل ہیں:

1. اللہ نے اپنے آپکو ہماری نظروں سے چھپالیا۔
2. بڑھی ہوئی عقل دی۔
3. آزادی دی۔
4. فرشتوں کو انکھوں سے اوجھل کیا، جنات اور انسان دونوں فرشتوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ کیونکہ اگر ہم فرشتوں کو دیکھ سکتے تب بھی اللہ کے بارے میں ہمیں پتہ چل جاتا کیونکہ فرشتے ہر وقت اللہ کی تعریف اور عبادت (عملی تعریف) کرتے رہتے ہیں تو ہم بھی انہیں دیکھ کر شروع کر دیتے۔
5. پیدا ہونے سے پہلے کی یادداشت کو ساکت یہ غیر فعّال(Inactive) کیا۔ کیونکہ پیدا ہونے سے پہلے کی باتیں بھی اگر یاد ہوتیں جیسے یومِ الست کا وعدہ تب بھی ہم ڈر میں یہ لالچ میں اللہ کی تعریف کرتے۔
6. اعمال کے بدلے اور جنت اور جہنم کو ہماری آنکھوں سے اوجھل کیا کیونکہ اگر ہم ان چیزوں کو دیکھ سکتے تب بھی جنت کے لالچ یہ جہنم کے خوف سے اللہ کی تعریف یہ عبادت کرتے اور برے لوگ بھی اپنی بری فطرت کو چھپاتے اور گناہ نہیں کرتے جس کی وجہ سے برے لوگ پکڑے نہیں جاتے۔
7. موت کے بعد کی زندگی کو چھپالیا۔
8. یہاں پر کوئی بھی کام ارتقاء (Evolution) کے خلاف نہیں ہوتا۔

9. یہاں برائی کی زیادہ تر جیت ہوتی ہے اور برے لوگ طاقتور ہوتے ہیں سوائے کچھ وقفوں کے۔ یہ اس لئے ہوتا ہے کیونکہ اگر ہمیشہ اچھے لوگوں کی ہی جیت ہوتی رہےاور برے لوگ ہمیشہ ہارتے رہیں تو سبھی جیت کے لالچ میں اچھے بن جاتے بلکہ برے لوگ اچھے لوگوں سے بھی پہلے اچھائی کا راستہ اختیار کر لیتے کیونکہ برے لوگ اچھے لوگوں سے زیادہ لالچی ہوتے ہیں۔ جب کہ اللہ یہ چاہتا ہے کہ انسان بغیر کسی لالچ یہ ڈر کے اپنے دل کی نیکی کی وجہ سے اچھائی کا راستہ اختیار کرے۔

اللہ ہمارے اندر کیا دیکھ رہا ہے

جیسا کہ اوپر زکر ہوا کہ اللہ ہمیں چھپ کر دیکھ رہا ہے تو وہ ہم انسانوں میں کیا دیکھ رہا ہے۔اس کو ہم ایک مثال سے سمجھ سکتے ہیں کہ اگر کوئی انسان اپنی دوکان پر ایک نوکر رکھے تو وہ کبھی کبھار اپنے نوکر کو چھپ کر دیکھتا ہے کہ میرا نوکر صحیح کام کر رہا ہے یہ نہیں۔ جب وہ چھپ کر نوکر کو دیکھ رہا ہوتا ہے تو بنیادی طور پر وہ نوکر میں دو چیزیں دیکھتا ہے۔ پہلا یہ کہ وہ گاہکوں یہ دوسرے لوگوں سے کیسا معاملہ کرتا ہے،ان سے اخلاق سے پیش آتا ہے یہ نہیں، میرا مال انہیں صحیح طریقے سے دکھاتا ہے یہ نہیں،اور آمدنی کے پیسے مجھے ایمانداری سے دیتا ہے یہ نہیں، یہ مال میں سے کچھ غائب تو نہیں کرتا یہ خیانت تو نہیں کرتا یعنی اس کے کیریکٹر Character کو دیکھتا ہے۔ دوسری چیز وہ یہ دیکھتا ہے کہ میرے نوکر کا میرے بارے میں کیا خیال ہے،وہ مجھ سے محبت کرتا ہے یہ نفرت اور وہ میرا وفادار ہے یہ نہیں،وہ میری پیٹھ پیچھے میری برائی تو نہیں کرتا،وہ میری تعریف کرتا ہے یہ نہیں اور سب سے بڑی بات وہ میرے دشمنوں سے تو نہیں ملا ہوا ہے اور میرے دشمنوں سے مل کر میرا نقصان تو نہیں کر رہا۔

یہ دوسرے الفاظ میں مالک دو چیزیں دیکھتا ہے پہلا یہ کہ اس کا میرے ساتھ کیسا رویہ ہے اور دوسرا یہ کہ اس کا میرے گاہکوں کے ساتھ کیسا رویہ ہے۔اسی طرح مالک بھی انسانوں میں دو چیزیں دیکھتا ہے پہلا یہ کہ اس کا میرے (اللہ کے) ساتھ کیسا رویہ ہے اور دوسرا یہ کہ اس کا میری مخلوق کے ساتھ کیسا رویہ ہے۔مالک کے ساتھ اچھا رویہ یہ ہے کہ اس کو ایک مانا جائے اس کی تعریف کی جائے اس کا شکر ادا کیا جائے اور صرف اسی کی عبادت کی جاے اور مخلوق کے ساتھ اچھا رویہ یہ ہے کہ ساری مخلوقات کو سکھ پہنچایا جائے اور ان کو کسی بھی طرح کا دکھ نہ پہنچایا جائے۔

ہو سکتا ہے ایک نوکر ایماندار ہو گاہکوں سے بہت اچھی طرح ملتا ہو اور ایمانداری سے تجارت کرتا ہو لیکن وہ اپنے مالک سے نفرت اور دشمنی رکھتا ہو اور اس کی دل سے عزت نہ کرتا ہو اور اس کی تعریف کے بجائے اس کی برائی کرتا ہو اور اس کا شکر کے بجائے ناشکری کرتا ہو تو ایسا نوکر بھی مالک کے نزدیک قابل قبول نہیں ہو گا اور مالک اس کو نوکری سے نکال دے گا کہ پتہ نہیں کب نقصان پہنچا دے۔چنانچہ ایسے بہت سے انسان دنیا میں ہوتے ہیں جن کا اخلاق دوسرے لوگوں اور مخلوقات سے اچھا ہوتا ہے وہ کسی کو دُکھ نہیں پہنچاتے بلکہ سب کی خدمت اور بھلائی کرتے ہیں بلکہ جانوروں سے بھی بہت اخلاق سے پیش آتے ہیں انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچاتے بلکہ کوئی دوسرا بھی تکلیف پہنچاتا ہے تو اسے روکتے ہیں بلکہ بہت سے تو جانوروں کے حقوق کی تنظیمیں چلاتے ہیں لیکن اپنے خالق کی تعریف نہیں کرتے،اس کا نام نہیں لیتے بلکہ اس کے وجود سے ہی انکار کرتے ہیں اور دہریے Atheist ہو جاتے ہیں۔جس کی زمین پر چل رہے ہیں جس کا دیا کھا رہے ہیں جس کی دی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اسی کا انکار کر رہے ہوتے ہیں بلکہ دوسرے لوگ جو اپنے مالک کی شکر گزاری کر رہے ہوتے ہیں ان کو جاہل اور دقیانوس سمجھتے ہیں۔

ہمیں کس نبی کو ماننا ہے

اس کے علاوہ امتحان کے لئے کچھ اصول بنائے جاتے ہیں جن پر امتحان دینے والے کو چلنا پڑتا ہے بلکہ یہ اصول تحریری طور پر لکھ کر دیے جاتے ہیں تاکہ کوئی انہیں بدل نہ سکے۔اسی طرح اللہ نے ہر نبی کے ساتھ اصولوں کا ایک مجموعہ یہ زندگی گزارنے کے کچھ اصول دے کر بھیجا جس کو شریعت یہ مذہب کہا جاتا ہے بلکہ یہ اصول کتابوں کی شکل میں لکھ کر دیے حالانکہ ہر نبی کے ساتھ کتاب نازل نہیں ہوئی بلکہ کچھ نبیوں کے ساتھ کتابیں نازل ہوئیں جن کو رسول کہا جاتا ہے باقی کو نبی کہا جاتا ہے۔ان کتابوں میں سے چار کے نام ہمیں معلوم ہیں تورات حضرت موسیٰؑ کے ساتھ، زبور حضرت داوودؑ کے ساتھ، انجیل حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ اور قران حضرت محمد ﷺ کے ساتھ بھیجا۔جو انسان جس نبی کے زمانے میں پیدا ہو گا اس کو اپنے زمانے کے نبی کو ماننا پڑے گا اور اس کے لائے ہوئے پیغام یہ شریعت پر عمل کرنا پڑے گا۔ مثال کے طور پر جو انسان حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں پیدا ہوا اسے توریت کو ماننا پڑے گا اور موسیٰؑ کے لائے ہوئے قوانین پر چلنا پڑے گا لیکن اگر وہی انسان حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں پیدا ہوا ہو گا تو اسے حضرت عیسیٰؑ کے لائے ہوئے قوانین پر چلنا پڑے گا اور انجیل کو ماننا پڑے گا،اب اگر وہ کہے کہ نہیں میں تو موسیٰؑ کے ہی قوانین پر عمل کرونگا اور تورات پر عمل کرونگا انجیل کو نہیں مانوں گا ، تو یہ اللہ کے یہاں قابل قبول نہیں ہو گا۔ اسی طرح انجیل کے بعد قران آیا تو اب لوگوں کو قران پر عمل کرنا پڑے گا، کوئی یہ کہے کہ میں قران پر نہیں انجیل پر عمل کرونگا، وہ بھی تو اللہ کی سچی کتاب ہے تو یہ بات قابل قبول نہیں ہو گی کیوں کہ قران کے آنے کے بعد پچھلی ساری کتابیں منسوخ ہو گئیں اور قران آخری کتاب ہے اس کے بعد نہ کوئی پیغمبر آئے گا نہ کوئی کتاب آئے گی۔ جیسا کہ پہلے اصول ذکر کر دیا گیا کہ اللہ کوئی کام ایسا نہیں کرتا جس سے لوگوں میں اختلاف ہو اور کسی کو بہانہ ملے یہ شکایت کا موقع ملے۔اس لئے اللہ ایک وقت میں ایک ہی شریعت لاگو کرتا ہے۔ کیونکہ اگر ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ شریعتیں یہ نبیوں کے قوانین

لاگو ہونگے تو لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا کوئی کہے گا میں حضرت عیسیٰؑ کو مانوں گا کوئی کہے گا کہ میں حضرت موسیٰؑ کو مانوں گا وغیرہ ۔کوئی کہے گا نہیں میں تو حضرت آدمؑ کی شریعت پر چلو نگاان کی شریعت میں بہن سے بھائی کی شادی جائز تھی میں بھی اپنی بہن سے شادی کرونگاتواس سے لوگوں میں آپس میں اختلاف ہو جائے گا،اور کچھ لوگ کنفیوز Confuse ہو جائیں گے کہ میں کس کی بات مانوں سمجھ میں نہیں آرہااور وہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے یہ بہانہ بنا سکتا ہے کہ اے اللہ میرے سامنے اتنی شریعتیں تھیں میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کونسی شریعت مانوں کون سی چھوڑوں۔اسی لئے ایک زمانے میں ایک ہی شریعت لاگو رہتی ہے اور پہلے کی شریعتیں منسوخ کردی جاتی ہیں۔اب ہم چونکہ آخری زمانے میں پیدا ہوئے ہیں اور محمد ﷺ آخری نبی ہیں،تو قیامت تک انہیں کی شریعت چلے گی اور پہلے کی تمام شریعتیں منسوخ Cancel کردی گئیں۔اس لئے ہمارے زمانے کے لوگوں کو محمد ﷺ کے لائے ہوئے قوانین پر چلناپڑے گااور ان کے لائے ہوئے قران پر عمل کرناپڑے گا۔

زمین پرآنے کے بعد کیاہوا

جب اللہ نے انسانوں کو زمین پر بھیجا تو یہاں زیادہ تر انسان دھوکہ کھا گئے کیونکہ ان سے وہ ساری چیزیں چھپالی گئیں جن سے ان کو اپنے خالق کا پتہ چل سکتا،ان چیزوں کا ذکر اوپر آچکا ہے۔اب یہ ہوا کہ برے لوگ طاقتور ہو گئے اور اچھے لوگ کمزور پڑ گئے کیونکہ برے لوگ خالق کی پرواہ نہیں کرتے اس کے بنائے ہوئے اصولوں سے انہیں کوئی مطلب نہیں۔ان کے لئے سارے راستے کھلے ہیں وہ جھوٹ بولتے ہیں،دھوکہ دیتے ہیں لوگوں کو قتل کرتے ہیں، جھوٹے وعدے کرتے ہیں، اچھے لوگوں کے خلاف جھوٹا پروپگنڈہ کرتے ہیں، جب کہ اچھے لوگ یہ سب نہیں کرپاتے کیونکہ وہ مالک سے ڈرتے ہیں اس کے بنائے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کرتے ہیں۔کیونکہ جوآدمی اصولوں پر چلتا ہے اسے اصولوں کا پابند ہوناپڑتا ہے اور جو اصولوں پر نہیں چلتا

وہ آزاد ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ دو لوگ ایک کمرے میں لڑ رہے ہیں اور اور اس کمرے میں ایک چھپا ہوا کیمرہ لگا ہوا ہے جو کسی کو دکھائی نہیں دے رہا۔ اور باہر ایک پولیس والا اس کیمرے سے کمرے کے سارے حالات دیکھ رہا ہے۔ لیکن اُن لڑنے والوں میں سے ایک آدمی کو پتہ ہے کہ اس کمرے میں کیمرہ لگا ہوا ہے اور باہر ایک پولیس والا ہمیں لڑتے ہوئے دیکھ رہا ہے اور دوسرے کو نہیں پتا کہ یہاں کیمرہ لگا ہے۔ تو جسے پتہ ہے کہ کیمرہ لگا ہے وہ ڈرے گا کیونکہ اسے معلوم ہے باہر پولیس والا ہماری ایک ایک حرکت دیکھ رہا ہے تو وہ جھوٹ نہیں بولے گا، گالی نہیں دے گا، مارے گا نہیں بلکہ تھوڑا بہت پٹ بھی لے گا تو سوچے گا یہاں پر تھوڑا پٹنے سے اچھا ہے کہ باہر پولیس والے کے ڈنڈے کھاوں اور سالوں جیل میں قید رہوں۔ لیکن جس کو معلوم نہیں ہے کہ یہاں کیمرہ لگا ہے وہ مارے گا بھی، جھوٹ بھی بولے گا اور گالیاں بھی دے گا۔ اس لئے دیکھنے والوں کو لگے گا کہ برے آدمی کی جیت ہو رہی ہے اور اچھے آدمی کی ہار ہو رہی ہے۔ لیکن انجام کے اعتبار سے برے آدمی کی ہار ہو گی اور اچھے آدمی کی جیت ہو گی کیونکہ برے آدمی کو بعد میں پولیس والا سزا دے گا اس کی پٹائی کرے گا اس کو جیل بھیجے گا اور اچھے آدمی کو انعام دے گا۔ یہی دنیا میں ہوتا ہے کہ برے آدمی کے لئے سارے راستے کھلے ہوتے ہیں وہ ہر طرح سے اپنا فائیدہ کرتا ہے جائز طریقے سے بھی اور ناجائز طریقے سے بھی لیکن اچھا آدمی صرف جائز طریقے اپناتا ہے اور ناجائز طریقے نہیں اپنا پاتا اس لئے وہ پیچھے رہ جاتا ہے۔ اس لئے بہت سے اچھے لوگ بھی بروں کا ساتھ دینے لگتے ہیں کیونکہ انکو دکھائی دے رہا ہوتا ہے کہ برے آدمی کی زیادہ تر جیت ہو رہی ہے اس لئے برے آدمی کا ساتھ دینے میں ہی فائیدہ ہے۔ اس طرح برے لوگ اور زیادہ طاقتور ہو جاتے ہیں ان کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے اور اچھے لوگوں کی تعداد کم رہ جاتی ہے اور وہ کمزور پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے زیادہ تر وقفوں میں برے لوگوں کی ہی جیت ہوتی ہے اور وہی طاقتور نظر آتے ہیں اور اچھے لوگ کمزور نظر آتے ہیں یہ بھی ایک امتحان ہے۔

پیغمبروں کو کیوں بھیجا گیا

اب سوال یہ ہے کہ خالق کا اچھا بندہ بننے کے لئے پیغمبروں کو ماننا ہی کیوں ضروری ہے کیاانسان بغیر کسی پیغمبر کو مانے اچھابندہ نہیں بن سکتا۔تو جیسا کہ اوپر بیان کیا کہ اللہ نے ہمیں اس دنیا میں امتحان کے لئے بھیجا ہے اور امتحان کا ایک اصول ہے یہ ہے کہ سب کو ایک سا سلیبس Syllabus دیا جائے اور ایک سے سوالات پوچھے جائیں اور سب کے لئے ایک سے قوانین ہوں جن پر سب کو چلنا ضروری ہو۔دوسری بات یہ کہ اللہ نے ہماری نظروں سے اپنے آپ کو چھپا لیا ہم اس کو اپنی نظروں سے نہیں دیکھ سکتے۔تو اگر مالک انسانوں کی رہنمائی نہیں کرتا توان کو کیسے مالک کے بارے میں پتہ چلتا۔دوسری بات اگر پتہ بھی چل جاتا تو انہیں کیسے معلوم چلتا کہ مالک ہم سے کیا چاہتا ہے اور ہمیں کیا کرنا ہے۔ہر آدمی اپنی عقل سے مالک کو راضی کرنے کا طریقہ اختیار کرتا۔کوئی سمجھتا شراب پینا گناہ ہے دوسرا سمجھتا شراب پینا ثواب ہے۔کوئی اپنی سگی بہن سے شادی کرتا دوسرا کہتا نہیں سگی بہن سے شادی کرنا گناہ ہے۔کسی کے نزدیک قتل کی سزا قتل ہوتی دوسرا کہتا کہ نہیں قتل کی سزا یہ ہے قاتل کو مع اس کی بیوی بچوں کے قتل کر دیا جائے،اس طرح اختلاف ہوتا،لڑائیاں بڑھتیں اور فساد ہوتا اور لوگوں کو یہ بہانہ مل سکتا تھا کہ ہمیں تو سچائی معلوم نہیں تھی ہم کیا کرتے ، ہمیں جو اچھا لگا ہم نے کیا۔اس لئے مالک کو انسانوں کی رہنمائی کے لئے کوئی طریقہ تو اختیار کرنا تھا تاکہ انسانوں تک زندگی گزارنے کے اصول پہنچ سکیں اور سب کے لئے ایک قانون ہو۔اس کے کئی طریقے ہو سکتے تھے۔ایک طریقہ تو یہ ہو سکتا تھا کہ مالک خود دنیا میں آتا چاہے انسانی شکل میں آتا یہ کسی اور شکل میں آتا جیسے کچھ لوگ مانتے بھی ہیں کہ خدا،اوتار کی شکل میں دنیا میں آیا۔لیکن اس طریقے سے بھی امتحان کا مقصد فوت ہو جاتا کیونکہ جب ہم لوگ اللہ کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے تو پھر اس کے ڈر سے اس کی تعریف کرتے اور پہلے بتایا جا چکا ہے کہ ہمارے امتحان کے لئے اللہ نے اپنے آپ کو ہماری آنکھوں سے چھپا لیا۔دوسرا نقصان یہ ہوتا کہ انسان کو بہانہ مل جاتا کہ ہم

تیرے بنائے ہوئے قوانین جن کو مذب کہا جاتا ہے ان پر کیسے چل سکتے ہیں یہ تو بڑے سخت ہیں۔ تو خود تو چل سکتا ہے کیونکہ تو تو انسانوں کا خالق ہے بے پناہ طاقت رکھتا ہے تیرے لئے کوئی کام مشکل یہ ناممکن نہیں ہے ہم تیری برابری کیسے کر سکتے ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہو سکتا تھا کہ اللہ کسی فرشتے کو بھیج دیتا کہ وہ انسانوں کو خالق کے اصولوں پر چل کر دکھاتا تو اس میں بھی انسانوں کے لئے بہانہ تھا کہ فرشتے تو نورانی مخلوق ہیں ان میں تو برائی کا مادہ ہی نہیں ہے ان کی برابری ہم کیسے کر سکتے ہیں۔ اس لئے سب سے اچھا طریقہ یہی تھا کہ انسانوں میں سے ہی کسی کو خالق اپنا پیغام دے کر بھیجے جس کی طاقت انسانوں کے برابر ہو اور وہ انہیں اُن قوانین یعنی مذھب پر چل کر بھی دکھائے تاکہ کسی کے پاس یہ بہانہ نہ ہو کہ ہم مذھب پر نہیں چل سکتے۔ چنانچہ انہیں پیغام لانے والوں کو رسول، پیغمبر یہ نبی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے انسان حضرت آدمؑ کو اللہ نے اپنا پیغمبر بنایا اور اس کے بعد انسانی آبادی بڑھنے لگی اور لوگ قبیلوں میں بٹنے لگے۔ ان میں سے کچھ قبیلے کھانے پینے اور ضروریات کے تلاش میں دور دراز کے مقامات پر آباد ہو جاتے تھے اور پھر باقی انسانوں سے ان کا رابطہ بالکل ختم ہو جاتا تھا، ان کی بولیوں میں بھی اتنا فرق ہو جاتا تھا کہ وہ ایک دوسرے کی بولی بھی نہیں سمجھ پاتے تھے۔ کبھی ایک دوسرے کا سامنہ بھی ہو جاتا تھا تو ایک دوسرے کو دشمن یہ بھوت سمجھتے تھے اور ایک دودسرے کو مارنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور مترجم بھی اس زمانے میں نہیں ہوتے تھے اس لئے اللہ نے الگ الگ زبان بولنے والوں میں الگ الگ پیغمبر بھیجے تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں کوئی سمجھانے والا نہیں آیا۔ اسی کو قران میں کہا گیا ہے کہ 'ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا لیکن اسی قوم کی زبان بولنے والا' (14:04)۔ اس طرح دنیا میں تقریباً ۱۲۴۰۰۰ پیغمبر آئے الگ الگ زمانوں میں، الگ الگ علاقوں میں اور الگ الگ قوموں میں۔ چونکہ ان قوموں کے رہن سہن، حالات، ثقافت، موسمی حالات، سماجی حالات میں فرق ہوتا تھا تو اسی حساب سے ان کی زندگی کے اصولوں میں بھی تھوڑا تھوڑا فرق کیا جاتا تھا۔ ان اصولوں کو شریعت یہ مذھب کہتے ہیں۔ اس لئے الگ الگ نبی الگ الگ شریعت لیکر آئے اور ہر قوم کو اپنے نبی کی شریعت

پر چلنا ضروری ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت آدمؑ کی شریعت میں بہن بھائی کی شادی جائز تھی کیونکہ دوسرا کوئی خاندان دنیا میں تھا ہی نہیں لیکن بعد کے نبیوں کی شریعتوں میں بہن بھائی کی شادی حرام قرار دے دی گئی۔ سب سے آخری پیغمبر محمد ﷺ ہیں ان کے بعد کوئی پیغمبر دنیا میں نہیں آئے گا۔ محمد ﷺ عرب میں آئے لیکن وہ پوری دنیا کے لئے پیغمبر ہیں۔ اب قیامت تک انہیں کی شریعت چلے گی یعنی اگر کسی انسان کو خالق کو راضی کرنا ہے تو اسے محمد ﷺ کو اپنا نبی ماننا پڑے گا اور ان کے لائے ہوے پیغام یعنی قران پر عمل کرنا پڑے گا۔

اللہ ہم سے کتنی محبت کرتا ہے

میرے پیارے بھائی بہنوں ہمیں اس بات پر بھی غور کرنا چاہئے کہ اللہ ہم سے کتنی محبت کرتا ہے۔ جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ انسان سب سے زیادہ عقل والا جاندار ہے۔ اور عقل ہی مالک کا سب سے بڑا انعام ہے۔ تو مالک نے سب سے زیادہ عقل انسان کو دی اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ انسان سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ جانوروں کو تو مالک نے اتنی عقل بھی نہیں دی کہ وہ صاف اور گندے میں فرق کر سکیں۔ جانور گندی نالی کا پانی پی لیتے ہیں کوڑے میں سے گندی چیزیں اٹھا کر کھا لیتے ہیں۔ اور تو اور انسان کی غلازت میں ایک بیکٹیریا Bacteria رہتا ہے اسکو انگریزی میں ایسور کیا کولائی Escherichia coli کہا جاتا ہے اور عام طور سے اسے ای کولائی E. coli کہتے ہیں۔ اس کی زندگی انسان کی غلازت میں ہی ہوتی ہے اگر اسے باہر نکال لیا جائے تو مر جاتا ہے۔ وہ بھی کھاتا پیتا ہے اس کے بھی بچّے ہوتے ہیں تو اگر مالک چاہتا تو ہمیں ای کولائی بنا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ سائنسدانوں کے اندازے کے مطابق انسان کے جسم میں تقریباً ۴۰ کھرب (40 Trillion) بیکٹیریا ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ لاکھوں قسم کے جانور ہیں اور ہر جانور کے جسم میں کھربوں بیکٹیرا ہوتے ہیں ان سب کی تعداد نکالی جائے اور انسانوں کی تعداد سے اس کا تناسب نکالا

جائے تو ہر انسان کے مقابلے میں کھربوں دوسرے جاندار ہونگے لیکن ہمارے اللہ کا کتنا کرم ہے کہ اس نے سارے جانداروں میں سے ہمیں انسان بنانے کے لئے چنا اور بغیر کسی سفارش یہ دباو کے انسان بنایا لیکن پھر بھی سب سے زیادہ ناشکراانسان ہوتا ہے۔انسان اپنے مالک کی اتنی ناشکری کرتا ہے کہ کبھی کبھی ا پنی زندگی سے تنگ آکر خود کشی تک کرلیتا ہے اگر خود کشی کرنے والاانسان مالک کا شکر گزار بندہ ہوتا تو وہ خود کشی کیوں کرتا۔انسان کے علاوہ کوئی جاندار اپنی زندگی سے تنگ آکر خود کشی نہیں کرتا جب کہ ان کی زندگیوں میں ہم سے زیادہ مشکلیں ہوتی ہیں۔ جنگل میں کتنے جانور ہیں جن کو دوسرے جانور مار کر کھا جاتے ہیں بوٹی بوٹی کر دیتے ہیں، انکو ہر وقت اپنی جان کا خطرہ رہتا ہے۔اور سب سے اچھی زندگی مالک نے انسان کو دی ہے تمام جانوروں پر اسے فوقیت دی ہے۔ چنانچہ اللہ بندے کا انتظار کرتا رہتا ہے کہ بندہ کب مجھے یاد کرے گا۔قران میں اللہ بندوں سے اسی بات کی شکایت ان الفاظ میں کر رہاہے،

- فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ (81:26) ترجمہ: پس تم (اپنے رب کو چھوڑ) کہاں جارہے ہو۔
- يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ (82:06) ترجمہ: اے انسان تجھے اپنے رب کریم کے بارے میں کس چیز نے غرور (دھوکے) میں ڈالا۔
- مَّا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ وَآمَنتُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا (04:147) ترجمہ: اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم اس کا شکر ادا کرو اور اس پر ایمان لے آو۔ اور اللہ (اپنے نیک بندوں کی) قدر کرنے والا اور (انہیں) جاننے والا ہے۔

ہمیں کامیاب ہونے کے لئے کیا کرنا ہے

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم خالق کے نزدیک اچھے بندے بننا چاہتے ہیں تو ہمیں کیا کرنا پڑے گا۔ تو جیسا کہ اوپر بتایا گیا کہ نوکر میں دوکان کا مالک دو چیزیں دیکھتا ہے پہلا یہ کہ اس کا میرے ساتھ کیسا رویہ ہے اور دوسرا یہ کہ اس کا میرے گاہکوں کے ساتھ کیسا رویہ ہے۔ اسی طرح اللہ بھی انسانوں میں دو چیزیں دیکھتا ہے پہلا یہ کہ اس کا میرے (مالک کے) ساتھ کیسا رویہ ہے اور دوسرا یہ کہ اس کا میری مخلوق کے ساتھ کیسا رویہ ہے۔ مالک کے ساتھ اچھا رویہ یہ ہے کہ اس کو ایک مانا جائے اس کا شکر ادا کیا جائے اور صرف اسی کی عبادت کی جاے اور مخلوق کے ساتھ اچھا رویہ یہ ہے کہ ساری مخلوقات کو سکھ پہنچایا جائے اور ان کو کسی بھی طرح کا دکھ نہ پہنچایا جائے۔

مالک کے ساتھ اچھے خیالات رکھنے کو ایمان کہتے ہیں اور مالک کا شکر ادا کرنے کو اور مالک کی تعریف کرنے کو عبادت کہتے ہیں۔ مخلوق کے ساتھ اچھے برتاو کو اعمالِ صالحہ (نیک کام) کہا جاتا ہے۔ قران میں بار بار اللہ نے یہی فرمایا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے انہیں سے مرنے کے بعد کے سارے وعدے کئے گئے ہیں۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ ہمیں کامیاب ہونے کے لئے خالق سے بھی اچھا برتاو کرنا ہے اور مخلوق سے بھی۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ مخلوق کے ساتھ اچھا برتاو کرنا کافی ہے اسی پر جنت مل جائے گی، خدا کے بارے میں بات مت کرو اس سے لڑائی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے کیونکہ ہمارے پیدا ہونے کا مقصد ہی اپنے مالک کی تعریف کرنا ہے اس کا شکر گزار بننا ہے۔ دوسرے جانداروں کے ساتھ تو اچھا برتاو اس لئے کرنا ہے کیونکہ وہ بھی ہمارے مالک کے بنائے ہوئے ہیں اور ہمارے ساتھ رہ رہے ہیں اگر مالک اکیلے ہمیں بناتا اور کوئی دوسری مخلوق ہمارے سامنے نہیں ہوتی تو ہمارا کام صرف مالک کی تعریف کرنا اور اس کا شکر گزار بندہ بننا ہوتا۔ ہم جس کی زمین پر چل رہے ہیں جس کا دیا ہوا کھا رہے ہیں ، جس کی دی ہوئی عقل سے سوچ رہے ہیں کیا اسی کو بھول جائیں۔ ہم اس کی بنائی ہوئی

چیزوں سے تو بھلائی کریں لیکن بنانے والے کو بھول جائیں اس کا نام تک نہ لیں۔انسان کی صفت ہے کہ اسے کوئی ایک گلاس پانی بھی پلاتا ہے تو وہ اس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے تو جس نے ہمیں اتنا عظیم وجود بخشا کہ ہمیں اشرف المخلوقات انسان بنایا وہ چاہتا ہمیں گائے بھینس گھوڑا بکری کچھ بھی بنا سکتا تھا اور ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے لیکن اس نے بغیر کسی مجبوری کے ہمیں انسان بنایا تو کیا ہم اس کے شکر گزار نہ بنیں کیا ایسے انسان کو اچھا انسان کہا جا سکتا ہے جو خالق کی بنائی ہوئی چیزوں کے ساتھ تو بھلائی کرے لیکن بنانے والے کا کوئی شکرادا نہ کرے اس کی کوئی تعریف نہ کرے بلکہ اس کا نام تک نہ لے۔ لیکن ایسے لوگ جواب دیتے ہیں کہ خالق کو کس نے دیکھا تو اس کا جواب اوپر دے دیا گیا ہے کہ خالق نے اپنے آپ کو ہماری نظروں سے کیوں چھپایا۔ چنانچہ کامیاب ہونے کے لئے اپنے خالق کا نام لینا پڑے گا،اس کی زبانی تعریف بھی کرنی پڑے گی جسے عبادت یہ ذکر کہتے ہیں اور اس کی عملی تعریف بھی کرنی پڑے گی یعنی اس کو خوش کرنے والے کام کرنا پڑیں گے ،اس کے بھیجے ہوئے پیغمبر کو بھی ماننا پڑے گا ،اس کی مخلوق کو فائیدہ پہنچانا پڑے گا ان کی خدمت کرنی پڑے گی اور کسی بھی مخلوق کو نقصان یہ تکلیف پہنچانے سے بچنا پڑے گا۔ جو آدمی دل کے یقین کے ساتھ ایک دفعہ بھی 'اللہ' کہہ دے گا یعنی اپنے مالک کی تعریف کر ے گا اس کی دی ہوئی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرے گا،اس کی بھی نجات ہو جائے گی انشاء اللہ۔ کامیابی یہ ہے کہ انسان جہنم سے بچ جائے اور جنت میں چلا جائے۔ دنیا میں سب سے کامیاب اور عقل مند انسان وہ ہے جو اپنے خالق کو راضی کرلے کیونکہ خالق نے ہی اب تک سب کچھ دیا اور آئندہ یعنی مرنے کے بعد بھی وہی دے گا ،اُسی کی مرضی چلے گی۔اگر وہ ہمیں اپنے انعامات دینا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا اور اگر وہ ہمیں بر باد کرنا چاہے تو کوئی بچا نہیں سکتا۔اس لئے مالک سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے اور اس سے دعا کرتے رہنا چاہئے کہ ہمیں موت تک سیدھے راستے پر قائم رکھے۔

عبادت کیسے کرنی ہے

جیسا کہ اوپر بتایا گیا کہ اللہ نے اپنے آپ کو ہماری آنکھوں سے چھپالیا ہے تو جس کو کسی نے نہیں دیکھا، تو نہ اس کی تصویر بنائی جا سکتی ہے نہ ہی اس کی مورتی بنائی جا سکتی ہے۔اس کے علاوہ مالک نے کہیں یہ حکم نہیں دیا کہ میری مورتی یہ تصویر بناؤ اور اس کی عبادت کرو بلکہ وہ یہ حکم کیسے دے سکتا ہے جب کہ خود اس نے اپنے آپ کو انسانوں کی نظروں سے چھپایا ہے۔ اگر وہ لوگوں کو حکم دیتا کہ میری تصویر یہ مورتی بنا کر اس کی عبادت کرو تو لوگ اس سے سوال کرتے کہ اے اللہ ہم نے تو تجھے دیکھا نہیں ہم تیری تصویر کیسے بنا سکتے ہیں۔اس لئے اللہ کو بغیر دیکھے اور بغیر کسی تصویر یہ مورتی کے عبادت کرنی ہے۔اور اللہ نے ہر نبی کو اپنی عبادت کا طریقہ بھی بتا کر بھیجا تا کہ لوگوں میں اختلاف نہ ہو ورنہ ہر آدمی اپنی مرضی سے مالک کی عبادت کرتا اور اس کی عبادت کے ہزاروں طریقے ہو جاتے جس میں صحیح طریقہ پہچان پانا مشکل ہو جاتا۔ چنانچہ ہمارے نبی محمد ﷺ کو عبادت کا جو طریقہ دیا اس کو صلوۃ کہتے ہیں اور ہندی میں اسے نماز کہتے ہیں۔چنانچہ ہر انسان کو ایک دن میں ۵ وقت کی نماز پڑھنا ضروری ہے۔

محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی کیوں نہیں آیا

ایک سوال اور ذہن میں آتا ہے کہ محمد ﷺ سے پہلے جب ۱۲۴۰۰۰ نبی آئے تو محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی کیوں نہیں آیا۔ تو جیسا کہ اوپر بتایا گیا کہ آدمؑ کے آنے کے بعد انسانی آبادی بڑھنے لگی اور لوگ قبیلوں میں بٹنے لگے۔ان میں سے کچھ قبیلے کھانے پینے اور ضروریات کے تلاش میں دور دراز کے مقامات پر آباد ہو جاتے تھے اور پھر باقی انسانوں سے ان کا رابطہ نہیں رہ پاتا تھا بلکہ ان کی بولیوں میں بھی اتنا فرق ہو جاتا تھا کہ وہ ایک دوسرے کی بولی بھی نہیں سمجھ پاتے تھے۔ کبھی ایک دوسرے کا سامنہ بھی ہو جاتا تھا تو ایک

دوسرے کو دشمن یہ بھوت سمجھتے تھے اور ایک دودسرے کو مارنے کی کوشش کرتے تھے۔اور مترجم بھی اس زمانے میں نہیں ہوتے تھے اس لئے اللہ نے الگ الگ زبان بولنے والوں میں الگ الگ پیغمبر بھیجے۔لیکن دنیا کی آبادی بڑھتے بڑھتے محمد ﷺ کا زمانہ آنے تک سب آبادیاں آپس میں ملنے لگیں۔لوگ تجارت کی غرض سے ایک دوسرے سے ملنے لگے مثال کے طور پر عرب سے تاجر ہندوستان آتے اور یہاں پر اپنے گھوڑے، کھجوریں اور چمڑا بیچتے اور یہاں سے مسالے خریدتے اور انہیں لیجاکر عرب اور یورپ میں بیچتے۔اس طرح سمندر کے راستے لوگ دور دراز کے سفر کرنے لگے۔اسی کے ساتھ ہی چین میں پہیہ اور کاغذ ایجاد ہوگیا۔ پہیے سے سفر کرنا آسان ہوگیا اور کاغز کے ذریعہ پیغام کو لکھ کر محفوظ کرنا اور دوسری جگہ پہنچانا آسان ہوگیا۔ کچھ لوگوں نے مترجم کا کام کرلیا یعنی وہ ایک دوسرے کی زبان سمجھنے میں لوگوں کی مدد کرنے لگے اس کے علاوہ دوسری زبان کی کتابوں کا اپنی زبان میں ترجمہ کرنے لگے۔اس لئے اب وقت آچکا تھا کہ ہر ہر قوم و ملک میں الگ الگ پیغمبر بھیجنے کے بجائے اگر پوری دنیا میں ایک ہی پیغمبر آجاتا تو وہ پوری دنیا کے لئے کافی ہوتا بلکہ اگر ہر ملک میں الگ پیغمبر آتا تو اختلاف ہوتا۔مثال کے طور پر اگر ہر ملک میں الگ پیغمبر آتا تو آج دنیا میں تقریباً ۲۰۰ ممالک ہیں، ان ۲۰۰ ممالک میں ۲۰۰ قران ہوتے، ۲۰۰ شریعتیں ہوتیں، ۲۰۰ کعبے ہوتے وغیرہ،اس سے آپس میں اختلاف ہوتا۔چنانچہ اللہ نے عرب میں اپنے آخری نبی محمد ﷺ کو بھیج کر اس پر اپنا آخری پیغام قران نازل فرمادیا تاکہ پوری دنیا کے لوگ آسانی سے اللہ کے بھیجے ہوئے دین پر چل سکیں۔محمد ﷺ اللہ کے آخری پیغمبر ہیں،وہ پوری دنیا کے لئے اور آخری انسان تک کے لئے نبی ہیں،ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔اب قیامت تک آنے والے انسانوں کو انہیں کے لائے ہوئے پیغام پر عمل کرنا پڑے گا۔نبی کا کام یہ بھی ہوتا تھا کہ وہ لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچائے تو ہمارے زمانے میں تو کوئی نبی ہے نہیں تو یہ کام کون کرے گا،تو یہ کام اب اللہ نے مسلمانوں کو دے

دیا کہ وہ ہر بندے تک اللہ کا پیغام پہنچائیں۔ اللہ ہمیں مرتے دم تک اپنے دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ایمان پر خاتمہ عطا فرمائے۔

والسلام

اَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ اَلْعَٰلَمِينَ